صوفی
مدون و مرتب: خاکپائے نقشبند اولیاء

باب دوم

صوفی

تصوف

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، **" و عبادُالرحمٰنِ الذینَ یشونَ علی الارض ھو نا و اذا خا طَبھم------** (الفرقان)" اور اللہ تعالی کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے کلام کریں تو وہ سلام کر کے کنارہ کش ہو جاتے ہیں" اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور اسے نہ مانا بارگاہ حق میں وہ غافلوں میں شمار ہوا "لوگوں نے لفظ تصوف کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں ایک گروہ کا خیال ہے صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف یعنی پشم وغیرہ کا لباس پہنتا ہے دوسری جماعت کہتی ہے صوفی صفِ اوّل میں ہوتا ہے اس لیے صوفی کے نام سے موسوم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفیاء نے اصحاب صفہ کی محبت اختیار کی اس لئے صوفی کہلائے۔ بعض دیگر لوگوں کا خیال ہے لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے اور ہر کسی کے طریقت کی تحقیق اور ان کے معنی میں بیشتر لطائف ہیں۔ یہ تشریحات لفظ صوفی کی لغوی صورت کو روشن کرنے سے قاصر ہیں۔ گو ہر ایک تشریح کے ساتھ دقیق استدلال موجود ہے۔

"صفا" مسلمہ طور پر قابل قدر ہے اور اسکا الٹ ہے "کدر" ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"ذھب صفو الدنیا و بقی کدر ھا "** "دنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل باقی رہ گیا" اشیاء کے لطیف حصے کا نام "صفا" ہے اور کثیف کو "کدر" کہتے ہیں۔ چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لئے صوفی کہلاتے ہیں۔ اس فرقہ کے لیے یہ لفظ "اسم علم" کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفیائے کرام کا عزت و قار بلند ہے کہ ان کے معاملات میں کوئی چھپی ہوئی چیز ہو کہ ان کے اسم کو کسی لفظ سے مشتق ہونے کی ضرورت ہو لیکن اس زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو تصوف اور اہل تصوف سے محجوب اور دور رکھا ہے اور اسرار تصوف ان کے دلوں سے چھپا رکھے ہیں۔ چنانچہ بعض کا خیال ہے تصوف صرف ظاہری زہد و اتقاء تک محدود ہے بغیر کسی باطنی کیفیت کے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصوف ایک ظاہر داری کا طریق ہے اور اس کی اصل اور بنیاد کچھ نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اہل ہزل اور علمائے ظاہر کا نقطہ نظر قبول کر لیا ہے۔ جو صرف ظاہر کو مد نظر رکھتے ہیں اور تصوف کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر اسے قابل طعن گردانتے ہیں۔ عوام الناس نے ان کی اندھادھند تقلید کرتے ہوئے تزکیہ قلب سے روگردانی اختیار کی اور اپنے سلف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔

"ان الصفا صفوة الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق"

"اگر تو کامل صوفی دیکھنا چاہتا ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھ کہ اصل صفا ان میں تھی"

صفا کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ اصل یہ ہے کہ دل اغیار سے خالی ہو اور فرع یہ ہے کے دل اس فریب دینے والی دنیا سے منقطع ہو۔ یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی صفتیں ہیں۔ ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالی عنہ کہ وہ اہل طریقت کے امام ہیں ان کا دل اغیار سے اس قدر تہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شکستہ دل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے شمشیر نکالی اور اعلان کیا کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے یہ کہے گا کہ وہ وفات پا گئے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور با آواز بلند کہا،

"الا من عبد محمد أفا ن محمداً قد مات و من عبد رب محمدفانہ حی لا یموت "

متنبہ رہو کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کی تو وہ رحلت فرما گئے اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی بندگی کی تو وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں"

پھر یہ آیت پڑھی:

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افا ین مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم"(آل عمران) "اور نہیں ہیں محمد صلی علیہ وسلم مگر رسول اور ان سے پہلے بھی رسول ہو گزرے ہیں تو یہ اگر رحلت فرما جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے قدم لوٹ جاؤ گے"

جو فانی اشیاء کا دلدادہ ہوتا ہے فانی فنا ہو جاتا ہے اور اس کی جملہ محنت اکارت جاتی ہے اور جو خدائے باقی کے حضور میں رہے وہ باقی بہ بقا ہو جاتا ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کی نظر سے دیکھا اس کی دل سے تعظیم کی وہ ان کی رحلت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھا اس کے لیے ان کی موجودگی اور رحلت یکساں تھی کیونکہ دونوں حالتیں باری تعالیٰ کی ذات سے منسوب ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حالات سے منہ پھیر کر حالات کے خالق کو سامنے رکھا فی الحقیقت حالات خالق حالات کے حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپکی شایان شان کی، اپنا دل بجز خدا کسی چیز سے وابستہ نہ کیا اپنی نظر کو خلقت سے بچایا بقول **" کسے من نظر الی الخلق ہلک ومن رجع الی الحق ملک "** "جس نے مخلوق کو دیکھا ہلاک ہوا جس نے حق کو دیکھا مالک ہوا" کہ مخلوق کی طرف دیکھنا نشان ہلاکت ہے اور حق کی طرف دیکھنا نشان بادشاہت۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متاع دنیا سے انقطاع یہ تھا کہ انہوں نے اپنا تمام مال و منال راہ خدا میں دے دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ کر حضور

رسالت پناہ ﷺ میں آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے پوچھا، **"ما خلقت لیعیالک"** اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟ **فقال اللہ و رسولہ** کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول۔ یعنی دو خزانے بے انتہا اور نا ختم ہونے والے۔ پوچھا کیا: عرض کی خدا کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی۔ جب دل صفات دنیا سے خالی ہو گیا میں نے اس کی کثافت سے بھی ہاتھ دھو لیے۔ یہ صوفی صادق کی علامات ہیں اور اس چیز کا انکار حقیقت سے منکر ہونے کے برابر ہے اور ایک صریح کج بحثی ہے۔

میں نے اوپر بیان کیا ہے صفا قدر کی ضد ہے صفات انسانی میں شامل ہے۔ صحیح معنوں میں وہ صوفی ہے جو قدر یعنی کثافت سے دستبر دار ہو جائے زنان مصر پر استغراق مشاہدہ یوسف علیہ السلام اور آپ کے نظارہ جمال کے دوران بشریت غالب آ گئی اور وہ مادیت سے ہٹ کر روحانیت میں محو ہو گئیں جب یہ غلبہ انتہا کو پہنچا تو غلبہ سفلی سے آگے نکل گئیں اور ان کی نظر حضرت یوسف علیہ السلام سے ہٹ کر فنائے انسانیت کی طرف گئی اور وہ پکار اٹھیں: **ما ھذا بشرا** (یوسف: 31) "یہ انسان نہیں ہے" ان کا اشارہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف تھا اور در حقیقت بیان اپنی کیفیت کا تھا اور اسی لیے مشائخ طریقت رحمہم اللہ نے فرمایا ۔ **"لیس الصفا ء من صفات البچر لان البشر مدر والمدر لا یخلو من الکدر"** "صفا انسانی صفات سے نہیں کیونکہ انسان مٹی کا پتلا ہے اور مٹی کثافت سے خالی نہیں" مطلب یہ کہ صفا کی نسبت افعال سے نہیں اور ازروئے مشاہدہ نہ بشریت کو زوال ہے کہ وہ بالکل ختم ہو جائے اور صفا کو افعال و احوال سے تعلق نہیں اور یہ نام والقاب سے بالاتر ہے **الصفاء صفة احباب وھم شموس بلاسحاب** "صفا دوستان حق کی صفت ہے جو ایسے خورشید کی مانند ہیں جس پر ابر نہ ہو چونکہ صفا نشان محبت ہے اور محبت کرنے والے اپنی صفات کو نذر فنا کر کے صرف محبوب کی صفات پر جیتے ہیں۔ ارباب حال کی نظر میں ان کی مثال روشن آفتاب کی سی ہے حبیب خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: **" عبد نور اللہ قلبہ بالا ایمان "** "وہ ایسا بندہ ہے جس کا دل اللہ نے نور ایمان سے روشن کیا ہے" پس نور کے فیض سے اس کا چہرہ چاند کی طرح تابندہ ہے اور وہ نور ربانی کا پیکر ہے بقول کسے۔

ضیاع شمس و قمر والقمر اذا اشتر کا نموذج من صفاء الحب و التو حید اذا اشتکا

"سورج اور چاند کا ملاپ توحید اور صفا کا اتحاد ہے"

یہ ٹھیک ہے کہ صفات توحید خداوندی کے نور کے سامنے چاند اور سورج کی روشنی بیکار ہے اور دونوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا مگر دنیا میں چاند اور سورج سے زیادہ روشن کوئی چیز نہیں نام کتاب آنکھ جلوہء آفتاب و ماہتاب کی متحمل نہیں۔ جب آفتاب اور ماہتاب اوج کمال پر ہوں تو آنکھ آسمان کو دیکھتی ہے اور دل نور معرفت توحید اور محبت کے ذریعے عرش کو دیکھتا ہے اور دوسرے عالم کے کوائف سے واقفیت حاصل کرتا ہے تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ جب بندہ مقامات کی قید سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور

احوال کی کثافتوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور تغیر و تبدل کی دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور تمام پسندیدہ احوال کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور وہ جملہ اوصاف سے جدا ہو جاتا ہے یعنی اپنی کسی پسندیدہ صفت پر نظر کر کے اس کے ہاتھوں قید نہیں ہوتا اور اس کو نہیں دیکھتا اور اس پر مغرور نہیں ہوتا تو اس کا حال ادراک کی گرفت سے باہر ہو جاتا ہے اور اس وقت وسوسوں کے تصرف سے محفوظ ہو جاتا ہے بارگاہ ایزدی میں اس کی حضوری نہ ختم ہونے والی ہوتی ہے اور اس کا وجود ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جاتا ہے **"لان الصفا حضور بلا ذهاب ووجود بلا اسباب"** کیونکہ صفا نام ہے ایسی حضوری کا زائل نہ ہو اور ایسے وجود کا جو بلا اسباب ہو"۔ جہاں غنیمت رونما ہو وہاں حضور نہیں رہتا اور جب اسباب وجہ حصول مدعا ہوں تو آدمی صاحب حصول تو کہلائے گا واجد یعنی صاحب حال نہیں جب یہ مقام نصیب ہو تو وہ دنیا اور عقبیٰ کے لیے فنا ہو کر فقدان بشریت کی بنا پر ربانی ہو جاتا ہے سونا اور مٹی اسکی نگاہوں میں برابر ہو جاتا ہے اور وہ احکام جو اوروں کے لئے دشوار ہو اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا:

"کیف اصبحت یا حارثہ قال اصبحت یا حارثہ -------"

تجھ پر صبح کا ظہور کیسے ہوا اے حادثہ! انہوں نے جواب دیا میں صبح کو اللہ پر ایمان لایا اور سچا ایمان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ اچھی طرح سمجھ لو کیا کہہ رہے ہو ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے تو تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے دنیا سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو پہچانا پس اس کا پتھر، سونا، چاندی اور مٹی میری نظر میں برابر ہوا میں رات بھر جاگا اور دن پیاس میں گزارا یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا میں اپنے رب کریم کا عرش دیکھ رہا ہوں نیز یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اہل بہشت ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور اہل جہنم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا، **"عرفت فالزم قالها ثلثا"** اے حارثہ تو نے پہچان لیا اسی کو لازم پکڑ کہ حقیقت سوائے اسکے نہیں آپ نے یہ تین بار فرمایا۔ صوفی کا لفظ کامل اور محقق اولیائے کرام پر عائد ہوتا ہے۔ مشائخ میں سے کسی نے کہا ہے: **"من صفاء الحب فهوصاف ومن صفاه الحبیب فهو صوفی"** "جو محبت کے ساتھ مصفا ہو وہ صافی ہے اور جو دوست میں محو مستغرق اور غیر دوست سے بری ہو وہ صوفی ہے" لفظ صوفی کسی اور لفظ سے مشتق نہیں کیونکہ تصوف کا مقام اس تکلف سے بالاتر ہے اشتقاق کے لیے جنس کی ضرورت ہے۔ موجودات کی ہر چیز کثیف ہے اور صفا کی ضد ہے کوئی چیز اپنی ضد سے مشتق نہیں ہو سکتی صوفیائے کرام کے لیے تصوف کے معنی سورج سے زیادہ روشن ہیں اور کسی عبارت یا اشارت کے محتاج نہیں۔ **"لان الصوفی ممنوع عن عبارة والاشارة"** "صوفی عبارت واشارہ سے بری ہے چونکہ صوفی تشریح سے باہر ہے تمام لوگ اس کی شرح کرنے والوں میں ہیں چاہے حصول معنی کے وقت اس لفظ کی عظمت کا ان کو علم ہو یا نہ ہو۔ ان میں جو اہل کمال

ہوں "صوفی" کہلاتے ہیں اور ان کے متعلقین اور طالبوں کو "متصوف" کہتے ہیں۔ تصوف باب تفعل سے ہے اور تفعل میں تکلف واقعہ ہونے کا مفہوم مضمر ہے۔ یہ جڑ کی فرع ہے (شاخ) اور اس کا معنوی اور نحوی فرق صاف ظاہر ہے۔ **"الصفاء ولایۃ لھا آیۃ وروایۃ والتصوف حکایۃ للصفاء بلا شکایۃ"** "صفاولایت ہے جس کے نشانات وروایات ہیں اور تصوف اس صفا کی حقایت بے شکایت ہے "صفا کے معنی روشن اور ظاہر ہیں تصوف اسی کی حکایت ہے۔ اہل صفا تین جماعتوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں 1۔ صوفی 2۔ متصوف 3۔ مستصوف۔

صوفی کی انا فنا ہو جاتی ہے۔ حق اس کی زندگی ہوتی ہے وہ آلات بشریت سے آزاد ہو جاتا ہے اور صحیح معنوں میں حقیقت و حقائق سے واقف ہوتا ہے۔ متصوف وہ ہے جو اس مقام کو مجاہدہ سے حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہو اور اس کی کوشش میں صوفیا کی مثال سامنے رکھ کر اپنے آپ کو درست کرنے میں مصروف ہو۔ مستصوف وہ ہے جو روپے پیسے، طاقت اور دنیوی جاہ حاصل کرنے کے لئے صوفیاء کی نقالی کر رہا ہو اور پہلی دونوں صورتوں سے بے خبر ہو چنانچہ کہا گیا ہے: **"مستصوف عندالصوفیہ کالذباب وعندہ غیرھم کالذناب "**مستصوف صوفیا کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور عام لوگوں کے لیے بھیڑیے کی طرح" الغرض صوفی صاحب وصول، متصوف صاحب اصول مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے جسے وصل نصیب ہو اس نے اپنے مقصود کو حاصل کرنے میں تمام دیگر مقاصد سے ہاتھ دھو لئے جو اصل کے قابل تھا وہ راہ طریقت کے احوال پر ثابت قدم رہا اور اس کے لطائف سے بہرہ اندوز ہو کر مستحکم ہوا۔ جسے فصل یعنی جدائی مقدر تھی ہر شائستہ چیز سے نامراد رہا۔ ظاہر داری میں کھو گیا حقیقت سے محجوب رہا اور اسی حجاب نے اسے وصل اور اصل سے محروم کر دیا۔ مشائخ طریقت نے اس بارے میں بہت سے لطیف اور دقیق نکات پیدا کیے ہیں سب کو معرض بیان میں لانا محال ہے البتہ چند ایک ان شاء اللہ بیان کروں گا تاکہ پڑھنے والے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ **وباللہ التوفیق:**

ذوالنوان مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"الصوفی اذا نطق بان نطقہ من الحقائق وان سکت نطقت عنہ الجوارح بقطع العلاق"** "صوفی وہ ہے جب گفتگو کرے اس کی گفتگو سراسر بیان حقائق ہو اور جب خاموش ہو تو اسکا عمل اور فعل شارح حال ہو اور اسکے منقطع العلائق یعنی ماسوئ اللہ سے کٹا ہوا ہونے پر صادر ہو"

یعنی وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہتا جو اس میں خود موجود نہ ہو اس کا سب کلام اصل کے مطابق ہوتا ہے سب کے سب افعال قطع علائق کے مرقع ہوتے ہیں کلام حق اور افعال فقر۔

اور جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "**التصوف نعت اقیم العبد فیہ قیل نعت للعبدام للحق فقال نعت للحق حقیقۃ ونعت لعد رسم**" تصوف ایک وصف ہے جس میں آدمی کا قیام ہے لوگوں نے کہا وصف خدا کا یا انسان کا؟ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اس کا اصل تو خدا کا وصف ہے ظاہری قیام وصف انسانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تصوف کا اصل انسانی صفات کی فنا ہے جو باری تعالیٰ کی صفات کے دوام سے واقع ہوتی ہے اس کے لیے تصوف وصف خدا تعالیٰ ہے رسمی طور پر تصوف آدمی سے مستقل مجاہدہ نفس طلب کرتا ہے اور یہ استقلال مجاہدہ انسانی وصف ہے اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حقیقی توحید میں انسانی صفات کا کلی فقدان ہوتا ہے کیونکہ وہ مستقل نہیں ہوتے اور ان کا ہونا محض رسمی ہوتا ہے ان کو دوام نہیں کیوں کہ باری تعالیٰ ان کا خالق ہے اور وہی ان کا مالک ہے معنی یہ ہوئے کہ مثلاً حق تعالی نے بندے کو روزے کا حکم دیا اور روزہ دار کو صائم کا نام دیا۔ رسماً اگرچہ روزہ انسان کا ہے مگر حقیقتاً خدا کا۔ چناچہ باری تعالیٰ نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، "**الصوم لی وانا اجری بہ**" "روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" اس کی تمام مخلوق اسی کی ملکیت ہے انسان کے ساتھ کسی چیز کی نسبت رسمی ہوتی ہے۔ حقیقی نہیں۔ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، **التصوف ترک کل النفس** "تصوف ہر قسم کے حظ نفس سے دستبرداری کا نام ہے۔ یہ دو طرح ہے رسماً اور حقیقتاً مثلاً اگر کوئی ترک حظ کرے اور ترک میں بھی حظ محسوس کرے یہ رسم ہے اگر حظ خود اسے ترک کر دے تو یہ حظ کی فنا در عین مشاہدہ ہے۔ ترک حظ انسان کا فعل ہے اور فنائے حظ خدائے تعالیٰ کا۔ انسانی فعل رسم ہے اور خدائے مطلق کا ہر فعل حقیقت۔ حضرت نوری رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول جنید رحمتہ اللہ علیہ کے محولہ بالا قول کی تشریح کرتا ہے۔ ابوالحسن نوری نے یہ بھی کہا، "**الصوفیۃ هم الذین صفت ارواحهم فصاروا فی الصف الاول بین یدی الحق**" صوفی وہ ہیں جن کی روحیں بشریت کی کثافت سے پاک اور آفت سے پاک اور آفت انسانی سے صاف ہوں جو ہوا و ہوس سے آزاد ہوں اور صفِ اوّل میں اور درجہ اعلیٰ پر حق آرمیدہ اور از خلق رمیدہ ہوں۔ اور نوری نے نیز کہا "**الصوفی الذی لا یملک والا یملک**" صوفی وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور کوئی چیز اس کی مالک نہ ہو اس کا مطلب عین فنا ہے فانی صفت والا نہ مالک ہے نہ مملوک کیونکہ ملکیت کا اطلاق موجودات پر ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ صوفی متاع دنیا اور زینت عقبیٰ کی کسی چیز کو قبضہ اختیار میں نہیں لیتا اور خود کو اپنے نفس کی ملکیت اور محکوم نہیں سمجھتا وہ دوسروں پر حکمرانی نہیں کرتا تاکہ کوئی دوسرا اسے محکوم نہ سمجھے۔ صوفیاء کے اس قول میں ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے جسے فنائے کلی کہتے ہیں ہم اس سے متعلق ان شاءاللہ آئندہ کچھ تحریر کریں گے تاکہ یہ چیز واضح ہو جائے کہ اس میں کیا غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ابن جلاء کہتے ہیں، "**التصوف حقیقتۃ لا رسم لہ**" تصوف حقیقت ہے اور اس میں کوئی رسم نہیں۔ کیوں کہ رسم انسانی وصف ہے اور انسانی معاملات سے متعلق ہے اور حقیقت باری تعالیٰ کے لیے ہے چونکہ تصوف انسانی دنیا سے منہ پھیرنے کا نام ہے اس میں رسم کو دخل نہیں۔ ابوعمرو مشقی کہتے ہیں، "**التصوف رؤیۃ الکون بعین النقص بل غض الطرف عن الکون**" "تصوف کار گاہ حیات کو ناقص دیکھنا ہی نہیں بلکہ کار گاہ حیات سے آنکھیں پھیر لینے کا نام ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی اوصاف فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ آنکھیں اشیائے عالم کو

دیکھتی ہیں اور جب اشیائے عالم سے منہ پھیر لیا تو گویا آنکھیں اور قوت بینائی کا وصف بھی غائب ہو گیا جب ظاہر سے آنکھیں بند کر لی جائیں تو روحانی بصارت قائم رہتی ہے۔

اپنی ذات کو نظر انداز کرنے والا نگاہ حق سے دیکھتا ہے عالم ظاہر کا نظارہ کرنے والا دراصل اپنی ذات کی تلاش کرتا ہے اس کا اپنا ہوتا ہے محض اپنی کار کردگی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا فعل اپنا ہوتا ہے اور محض اپنی کار کردگی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی اپنی ذات سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اپنی خامی تو نظر آتی ہے مگر وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے اور نہیں دیکھتا بہر کیف آنکھ ایک پردہ ہے اور نظر اسے محجوب رکھتی ہے بر خلاف اس کے عالم ظاہر کو نہ دیکھنے والا دیکھتا تو نہیں مگر حجاب میں بھی نہیں ہوتا۔ یہ ایک اہل طریقت اور ارباب معانی کا مسلمہ اصول ہے مگر یہاں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"التصوف شرک لایا نہ صیا ئۃالقلب عن رؤیۃ لغیر والا غیر" "تصوف شرک ہے کیونکہ یہ غیر کو دیکھنے سے دل کو بچانے کا نام ہے اور غیر اللہ کا کوئی وجود ہی نہیں"

بالفاظ دیگر اثبات توحید غیر کا تخیل شرک ہے۔ غیر اللہ کا تصور دل میں کوئی وقعت نہیں رکھتا اور جب یہ صورت ہے تو غیر کے تخیل سے دل کو محفوظ رکھنے کی کوشش بے معنی ہے حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **"التصوف صفاء السر من کدورت المخالفۃ"** "تصوف دل اور سر حق کو مخالفت کی کدورت سے محفوظ رکھنے کا نام ہے" مطلب یہ ہے کہ دل کو مخالفت حق سے بچائے کیونکہ دوستی موافقت کا نام ہے اور موافقت ضد مخالفت ہے دوست اس عالم میں ہمیشہ فرمان دوست کے تابع ہوتا ہے جب ہم آہنگی ہو تو مخالفت کا کیا کام۔

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے فرمایا **"التصوف خلق فمن زاد علیک فی الخلق ذادعلیک فی التصوف "** "تصوف نیک خوئی خوش اخلاقی ہے جو زیادہ نیک خو ہو وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے" نیک خوئی کی دو صورتیں ہیں: خدا کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ نیک خوئی اس کے احکام کی پابندی ہے بندوں کے ساتھ نیکی خوئی یہ ہے کہ صرف خدا کے لئے ان سے میل جول بر قرار رکھا جائے۔ یہ دونوں صورتیں طالب سے متعلق ہیں کیوں کہ باری تعالیٰ کی ذات اقدس انسانی فرماں برداریوں یا انسانی بر گشتگی سے بے نیاز ہے اور دونوں کا انحصار توحید خداوندی کے عرفان پر ہے۔

مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، **"الصوفی لا یسبق ھمتہ خطوط البتہ"** "صوفی وہ ہے جسکی فکر اس کے قدم کے ساتھ لامحالہ برابر ہو" مطلب یہ کہ ہر چیز حاضر ہو۔ جہاں تن ہو وہی دل ہو اور جہاں دل ہو وہیں تن ہو۔ جہاں قول ہو وہیں پر قدم ہو اور جہاں قدم ہو وہیں پر قول ہو یہ حضوری بلا غنیمت ہے۔ اس کے برعکس بعض کہتے ہیں کہ صوفی اپنی ذات سے غائب اور حضور حق میں حاضر ہوتا ہے۔ یہ درست نہیں وہ اپنی ذات میں بھی حاضر ہوتا ہے اور حضور حق میں بھی، ویسے اس قول کا مطلب جمع الجمیع یعنی مکمل وصل ہے کیونکہ جب تک اپنا احساس موجود ہوں اپنی ذات سے غائب ہونا ناممکن ہے۔ اپنا احساس مٹ جائے تو حضور حق حاصل ہوتا ہے۔ ان معنوں میں یہ قول خصوصیت سے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ملتا ہے جنہوں نے

کہا"**الصوفی فی الا یری فی الدارین مع ا الله غیر الله**" "صوفی وہ ہے جو دو جہان میں بجز ذات خدا کسی چیز کو نہ دیکھے" مختصر یہ کہ انسان کی ہستی غیر ہے اور جب وہ کسی غیر کو نہیں دیکھتا تو گویا اپنی ذات کو نہیں دیکھتا اور اسکا احساس بالکل خالی ہو جاتا ہے چاہے اس کی نفی کی جائے یا اثبات۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "**التصوف مبنی علی ثمان خصال: السخاء، والرضا، والصبر، والاشارة، والغربة، و لبس الصوف، والسیاحة والفقر اماالسخاء فلاِبراھیم و اماالرضاءفلاِ اسمعیل و اماالصبرفلاَیوب واما الاشارة فلذکر یا و اماالغربة فلیحی واما لبس الصوف فلموسیٰ و اماالسیاحة فلعیسیٰ و اَماالفقر فلمحمدﷺ اجمعین**" "تصوف کی بناء آٹھ خصائل پر ہے (جو اٹھ پیغمبروں کی اقتداء ہے) سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو فدا کیا، رضا میں حضرت اسماعیل علیہ سلام کہ انہوں نے برضائے خداوندی اپنی جان عزیز کو پیش کیا، صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کہ انہوں نے غیرت خداوندی پر صبر کیا اور کیڑوں کی مصیبت برداشت کی۔ اشارات میں حضرت زکریا علیہ السلام کے جن کے لئے باری تعالیٰ نے فرمایا: "**اذا تکلم الناس ثلاثة ایام الارمزاً(آل عمران)**" تین لوگوں سے بات مت کرو مگر اشارے سے " اور نیز فرمایا، "**اذنادٰی ربّہ ندآءَخفیاً(مریم)**" جب اس نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا" غربت میں یحییٰ علیہ السلام کے وہ اپنے وطن میں بھی بے گانہ تھے۔ صوف پوشی میں حضرت موسیٰؑ کہ ان کا تمام لباس اون کا تھا۔ سیر میں حضرت عیسیٰؑ کہ وہ راہ خدا میں اتنے مجرو اور تنہا تھے کہ سامانِ زندگی میں سے صرف پیالہ اور کنگھی رکھتے اور جب دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے بال درست کر رہا ہے تو کنگھی بھی پھینک دی۔ فقر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ جل شانہ نے روئے زمین کے سب خزانوں کی چابیاں عطا فرمایا اور حکم دیا کہ محنت و مشقت چھوڑ کر شان و شوکت سے زندگی بسر کرو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی "باری تعالیٰ میں خزانے نہیں چاہتا مجھے ایک روز سیر ہو کر کھانے کو دے اور دوسرے روز بھوکا رکھ" یہ اصول راہ طریقت میں بہترین ہے۔

حصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، "**الصوفی لا یوجد بعد عد مہ ولا بعد م وجودہ**" "صوفی وہ ہے جسکی فنا کو ہست نہیں وہ اور جس کی ہست کو فنا نہیں "یعنی جو اسے حاصل ہو وہ اسے کھوتا نہیں اور جو اس کو کھو جائے اسے حاصل نہیں کرتا۔ بالفاظ دیگر اس کی یافت نایافت نہیں ہوتی اور نایافت کبھی یافت نہیں بنتی۔ یا اثبات بلا نفی ہو گئی یا نفی بلا اثبات۔

ان تمام اقوال کالب لباب یہ ہے کہ صوفی تمام عوارضات انسانی سے بری ہوتا ہے اس کے جسمانی احساس ختم ہو جاتے ہیں اس کے تعلقات ہر چیز سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ راز بشریت نمایاں ہو جاتا ہے اور اس کی اصلیت ذات میں مجتمع ہو جاتی ہے اور اپنی ذات میں اپنے آپ قائم ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال دو پیغمبروں میں نمایاں نظر آتی ہے ایک حضرت موسی علیہ السلام جن کی حضوری میں کبھی انقطاع نہیں آیا چنانچہ انہوں نے کہا: "**رب شرح لی صدری (طٰہٰ)**" اے اللہ میرے سینے کو فراخ فرما" دوسرے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کی توحید میں ذرہ برابر کمی نہ تھی چناچہ ان سے کہا گیا "**الم نشرح**

لک صدرک" (الم نشرح) "کیا ہم نے آپ کے سینے کو فراخ نہیں کیا" ایک طرف آرائش وزینت طلب کی گئ اور سری طرف بلا درخواست آراستگی عطا فرمائی گئی۔

علی بن بندار صیرفی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **"التصوف اسقاط الرویۃ للحق ظاہر اوباطناً"** "صوفی وہ ہے جو ہر ظاہر و باطن سے بے نیاز ہمیشہ چشم بحق ہو" چناچہ اگر تو ظاہر کو دیکھے تو رحمتِ حق کے آثار تو نظر آئیں مگر جملہ آثار رحمت حق کے سامنے مچھر کے پر کے برابر بھی معلوم نہیں ہوں گے اور لا محالہ تو ظاہر سے روگرداں ہو جائے گا۔ اس طرح اگر تو باطن پر نظر کرتے تو امداد حق کے نشانات نظر آئیں گے مگر امداد حق کے مقابل یہ نشانات ایک دانے کے برابر قیمت نہیں رکھتے لا محالہ تو باطن سے بھی منہ پھیرے گا اور تجھ پر روشن ھو جائے گا کہ ہر چیز کی مالک حق تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور یہ ادراک ثابت کر دے گا کہ تو خود کچھ بھی نہیں۔ محمد بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، **"التصوف اقامتہ لأحوال مع الحق"** "تصوف باری تعالیٰ کے ساتھ اقامت احوال کا نام ہے "یعنی حالات صوفی کو اس کے حال سے برگشتہ نہیں کر سکتے اور غلط راستے پر نہیں ڈال سکتے کیونکہ جس کا دل خالق حالات سے وابستہ ہو اسے حالات مقام استقامت سے نہیں ہٹا سکتے اور وہ راہ حق سے نہیں بھٹک سکتا۔

وباللہ التوفیق الاعلی

فصل: معاملات

معاملات سے متعلق اقوال میں ابو حفص حداد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے **"التصوف کلہ آداب لکل وقت آدب ولکل مقام ادب ولکل حال ادب فمن لزم اداب الاوقات بلغ مبلغ الرجال ومن ضیغ الاداب فھو بعید من حیث یظن القرب ومردود من حیث بظن القبول"** "تصوف مکمل ادب ہے۔ ہر وقت مقام اور حال کے لیے ادب ہے جو کوئی اوقات کے ادب کو مد نظر رکھے وہ مقام آدمیت پر سرفراز ہوتا ہے اور جو ادب کو ضائع کرے وہ نزدیکی اور قبولیت سے دور جا پڑتا ہے اور مردود ہو جاتا ہے یہ قول ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے قریب ہے کہ انہوں نے کہا: **" لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنۃ اخلاق"** "تصوف رسوم وعلوم نہیں بلکہ اخلاق ہے "اگر رسوم میں داخل ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا اگر علوم کا حصہ ہوتا تو تعلیم سے میسر آجاتا سوفی الحقیقت اخلاق میں شامل ہے۔ جب تک تو اپنے اندر تلاش نہ کرے جب تک اس کے معاملات کو تو خود ٹھیک نہ کرے اور خود اس میں انصاف نہ کرے ہرگز دستیاب نہیں ہو سکتا رسوم اور اخلاق میں فرق یہ ہے کہ رسم ظاہر داری کا عمل ہوتا ہے جو کسی مقصد کے پیش نظر ظہور پزیر ہوتا ہے۔ حقیقت سے خالی ہوتا ہے اور اسکی صورت اور اصلیت میں بہت فرق ہوتا ہے اس کے برعکس اخلاق میں وہ عمل شامل ہیں جو قابل تعریف ہوتے ہیں اور ان میں کوئی ظاہر داری مقصد یا فریب نہیں ہوتا۔ ان کی صورت اور اصلیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **"التصوف حسن الخلق"** "تصوف نیک خلق کا نام ہے" یہ تین طرح کا ہے۔ پہلی یہ کہ احکام خداوندی کو بغیر ریا اور نمائش کے پورا کرے دوسرے خلقت میں بڑوں کی عزت کرے چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے اور برابر کے لوگوں سے انصاف برتے اور کسی سے عوض و معاوضہ کی توقع نہ رکھے۔ تیسرے خود ہوا و ہوس اور شیطانی رجحانات سے پرہیز کرے۔ یہ تینوں امور درست ہو جائیں تو انسان نیک خو ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا وہی ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ اخلاق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قرآن پڑھو خدا نے اس میں فرمایا ہے: **"خذِالعفووامربالمعروف واعرض عن الجٰهلین"** "معاف کرنے کی خصلت اختیار کریں۔ اچھی بات کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیں"

مرتعش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **"هذا مذهب كله جدفلا تخلطوه بشیءمن لهزل"** "یہ کوشش اور سوچ وبچار کا راستہ ہے اس میں ہزل اور مسخرے پن کو شامل نہ کرو" ظاہر پرستوں کے پیچھے نہ لگو اور ان کی کورانہ تقلید کرنے والوں سے پرہیز کرو۔ جب عام لوگ ان ظاہر پرستوں کو ناچتے گاتے دیکھتے ہیں یا جب وہ ان عوام کو درباروں میں نوازشات اور طعام کے نوالوں پر پڑتے نظر آتے ہیں تو عوام تمام اولیائے کرام سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، سب کو مورد الزام قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ ہے تصوف یہ ہیں تصوف کے اصول۔ پہلے زمانے کے صوفیائے کرام بھی اسی قسم کے ہوں گے کہنے والوں نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ وقت فتنہ ہے اور زمانہ آفات کا گھر حرص بادشاہ کو ظلم پر آمادہ کر دیتا ہے۔ طمع ایک عالم کو بدکاری اور زنا میں ڈال دیتا ہے۔ ریا زاہد کو منافقت کی راہ دکھاتی ہے۔ اسی طرح ہوس و ہوا صوفیا کو رقص و سرور میں ڈال دیتی ہے ظاہر ہے کہ ایسے اہل طریقت برباد ہو جاتے ہیں طریقت برباد نہیں ہوتی اسی طرح اگر کچھ لوگ ہزلیات کو پاک صاف چیزوں میں شامل کر دیں تو پاک صاف چیزیں ہزل ہو کر نہیں رہ جاتیں۔

ابو علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **"التصوف هوالاخلاق الرضیه"** "تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے" پسندیدہ کار انسان وہ ہے جو ہر حال میں حق تعالیٰ کی پسند پر گامزن ہو اور اسی کو راضی برضا کہتے ہیں۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"التصوف هوا لحریۃتصوف والفتوة وترک التکلف ولسخاءوبذل الدنیا"** "تصوف آزادی کا نام ہے اور آزادی ہوس کی قید سے ہوتی ہے۔ فتوت یا جواں مردی یہ ہے کہ انسان قطع علائق کرے ترک تکلف یہ ہے کہ اپنے متعلقات اور حصے کے لیے کوشاں نہ ہو اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دے" ابوالحسن بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **" التصوف الیوم اسم ولا حقیقته وقدکان حقیقۃ ولااسم"** "تصوف آج کا نام ہے بغیر حقیقت کے اور اصل میں یہ حقیقت ہے بغیر نام کے" صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اور سلف رحمہم اللہ کے زمانے میں یہ نام نہیں تھا ایک حقیقت تھی سب پر ساری و طاری آج کل صرف نام ہے، بے حقیقت۔ یعنی پہلے معاملہ معروف تھا اور ظاہر داری مجہول اب معاملہ مجہول ہے اور ظاہر داری معروف۔ یہ سب کچھ مشائخ کے اقوال سے تحقیق اسباب تصوف کے متعلق بیان ہوا تا کہ خدا تجھے سعادت دے اور راہ طریقت تیرے لیے کھل جائے اور تو منکر ان سے

طریقت پوچھ سکے کہ انکار تصوف سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر صرف اسم سے انکار ہے تو خیر اور اگر معنی سے انکار ہے تو اس کا مطلب مکمل شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اخلاق ستودہ کا انکار ہے۔ تجھے خدا وہ سعادت نصیب کرے جو اولیائے کرام کے حصے میں آتی ہے میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ان خیالات کی کماحقہ پاسداری کر شرط انصاف پوری کر مکروریا سے پرہیز کر اور صوفیائے کرام پر اعتقاد صاف رکھ۔

وباللہ التوفیق